اس فائل میں مارچ جون اکتوبر کا شمارہ کم ہے

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان

سال 1375ہش/1996ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال 1375ہش/1996ء کیلئے مندرجہ ذیل مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کی منظوری عطا فرمائی ہے

اراکین خصوصی

1۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب۔ (2)۔ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب۔ (3)۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

اراکین مجلس عاملہ

1۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب	نائب صدر اول	2۔ مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی	نائب صدر
3۔ مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب	نائب صدر صف دوم	4۔ مکرم محمد اسلم شاد صاحب منگلا	قائد عمومی
5۔ مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب	قائد تعلیم	6۔ مکرم محمد اعظم صاحب اکسیر	قائد اصلاح وارشاد
7۔ مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید	قائد تربیت	8۔ مکرم عبدالسلام صاحب طاہر	ایڈیشنل قائد تربیت
9۔ مکرم مرزا مسرور احمد صاحب	قائد تعلیم القرآن	10۔ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	قائد اشاعت
11۔ مکرم سمیع اللہ زاہد صاحب	قائد ذہانت وصحت جسمانی	12۔ مکرم عبدالرشید غنی صاحب	قائد مال
13۔ مکرم سید قاسم شاہ صاحب	قائد ایثار	14۔ مکرم حبیب الرحمن صاحب زیروی	قائد تجنید
15۔ مکرم منور شمیم خالد صاحب	قائد وقف جدید	16۔ مکرم خالد محمود الحسن صاحب بھٹی	قائد تحریک جدید
17۔ مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب	آڈیٹر	18۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری	زعیم اعلیٰ ربوہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب اراکین کو احسن رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

چوہدری حمید اللہ

صدر مجلس انصار اللہ پاکستان

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

صلح ــــ ہش ۱۳۷۵

جنوری ــــ ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ــــ ۳۷

شمارہ نمبر ــــ ۱

شرح چندہ

پاکستان ــــ ساٹھ (۶۰) روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــ چھ (۶) روپے

اداریہ

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا عظیم الشان نشان

جلسہ مذاہب عالم (۱۸۹۶ء) پر ایک سو سال کی تکمیل

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر بالا رہا"

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دینِ حق کا عالمگیر غلبہ مسیح موعود اور مہدئ معہود کے ذریعہ ہونا تھا اور ملّتِ اسلامیہ کے کسی مکتبِ فکر کو جس کی بنیاد قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ پر ہے اس نقطہ نظر سے انکار نہیں ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مفسّرین اور علماء سلف کا بھی یہی مؤقف و مسلک تھا۔ چنانچہ اسی عظیم مقصد کیلئے سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مامور ہوئے۔ آپ نے دنیا کے سامنے قرآنی علوم و معارف پیش کئے اور اپنے علم کلام سے دینِ حق کی فوقیت تمام ادیانِ عالم پر ثابت کی۔ ان حقائق و معارف سے افکار میں ایک ایسی تبدیلی آئی کہ علمی دنیا میں تغیرات رُونما ہونے شروع ہوئے۔ یہ ایک صدی پہلے کا زمانہ مذہبی دنیا کا ایک انقلاب آفریں دَور تھا جب برصغیر مختلف مذاہب اور افکار و نظریات کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ علومِ جدیدہ کی اشاعت سے ہر مذہب اور فرقہ ایک نئی کروٹ لے رہا تھا مگر بعض تقلید کے جھمیلوں میں اپنے دفاع کی بھی ہمّت نہ رکھتے تھے۔ یہ وہ پس منظر ہے جس میں حضرت بانی جماعت احمدیہ کی خواہش تھی کہ جملہ مذاہب کو اپنی اپنی الہامی کتابوں کے کمالات ثابت کرنا چاہئیں۔ اور اس کیلئے ایک زرّیں موقعہ پیدا ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں لاہور کے بعض ہندو معززین نے ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ اور مذہبی لیڈروں کو اپنی تقریروں میں پانچ سوالوں کا جواب دینا تجویز کیا۔

جلسہ مذاہبِ عالم (مہوتسو) کے مجوّز و محرّک سوامی شوگن چندر تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس کو بھی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے مضمون تیار کرنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ اسی طرح آریوں، عیسائیوں، سناتن دھرمیوں، برہمو سماجیوں، سکھوں، تھیاسوفیکل سوسائٹی والوں، فری تھنکرز غرضیکہ ہر مذہب و ملت کے راہنماؤں کو سوالات کے جواب دینے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں میں سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس جلسہ کیلئے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر کی تاریخیں مقرر کی گئیں اور انجمن حمایت اسلام کی عمارت اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور (موجودہ اسلامیہ کالج) جلسہ کا مقام تجویز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو الہاماً بتایا کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے ایک تفصیلی اشتہار دیا (شمارہ ہذا کے صفحہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیں) جس میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے اس عظیم الشان نشان کا ذکر فرمایا۔ یہ اشتہار ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل تھا جو ملک کے طول و عرض میں مشتہر ہوا۔

سیّدنا حضرت اقدس ..... خود تو اس جلسہ میں لیکچر کیلئے نہ جا سکے مگر اپنے ایک جلیل القدر رفیق حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کو لیکچر دینے کیلئے بھجوا دیا۔ حضرت مولوی صاحب موصوف نے جب یہ مضمون پڑھنا شروع کیا تو لوگوں پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ تحسین و

آفرین کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اس مضمون پر دو گھنٹے گزر گئے اور اس کا ایک حصہ بھی ختم نہ ہوا تو لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے یہ مضمون ضرور سننا ہے۔ خواہ اس کیلئے مزید ایک دن بڑھا دیں۔ چنانچہ انتظامیہ نے ۲۹ دسمبر کا دن بڑھا دیا۔ جب یہ لیکچر ختم ہوا تو ایک معزز ہندو کی زبان سے بے اختیار نکلا "یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا"۔ اسی مضمون پر اخبارات نے شاندار ریویو لکھے اور خراج تحسین پیش کیا۔

یہ مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہوا۔ بیسیوں زبانوں میں تراجم ہو کر دنیا بھر میں اسکی اشاعت ہوئی۔ چنانچہ یہ کتاب مذاہب عالم کے مقابل دین حق کی صداقت کا نشان ثابت ہوئی۔ اب ۱۹۹۶ء کا سال جذبات تشکر و امتنان کے اظہار اور اس عظیم نشان کے تذکرہ کا سال ہے۔ جس کا اول و آخر رب کریم کی حمد و شکر سے معمور ہوگا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

حضرت چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ۔ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ اور

حضرت مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب کی وفات

احباب جماعت، اراکین انصار اللہ اور قارئین تک یہ روح فرسا خبر پہنچ چکی ہے کہ حضرت چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ مورخہ ۲۴ دسمبر کو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ آپ قیام پاکستان سے تادم آخر امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ کے طور پر خدمات سلسلہ بجا لا رہے تھے۔ آپ نگران بورڈ کے ممبر، مجلس تحریک جدید اور مجلس انصار اللہ کے رکن خصوصی کی حیثیت سے فرائض سر انجام دیئے۔ آپ ایک باغ و بہار شخصیت رکھنے والے ایک شفیق وجود، درد مند، غریب پرور، ہر ایک سے مخلص، ظاہری اور باطنی حسن کے مالک۔ نجانے کیا کیا خوبیاں تھیں۔ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

حضرت مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب مورخہ ۳۰ دسمبر کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ نے ۵۵ سال تک نہایت اخلاص، فدائیت اور صدق و وفا سے مصروف زندگی گزاری۔ ادارۃ المصنفین۔ قرآن پبلیکیشنز کے رکن۔ مجلس افتاء۔ ممبر وقف جدید اور استاذ الجامعہ کے امور نہایت احسن طور پر ادا کئے۔ دو بزرگوں کا چند یوم کے وقفہ سے اس طور پر الوداع ہونا نہایت تشویش اور غم کا باعث ہے۔ اور ان کی وفات سے ایک خلاء پیدا ہوا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خلاء کو اپنے فضل سے پورا فرمائے۔ یہ نادر وجود جو ہم سے رخصت ہوئے ہیں بلاشبہ وہ دائمی حیات کے وارث ہیں وہ زندہ ہیں اور زندہ ہی رہیں گے۔ اپنے صدق و وفا سے، اخلاص و فدائیت سے اور اپنے حسین کردار کے انمٹ نقوش سے۔ ایسے وجودوں کیلئے ہی کہا گیا ہے۔ نعم ما قال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ::: ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

امام الکلام

"سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری"

"جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا۔ اُس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائیگا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اُسکی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائیگا کہ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اُس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اُس کے ہاتھ آجائیگی۔ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کیلئے مجبور کیا ہے تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اُسکی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اُس ہاتھ کے چھونے سے اُس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اسکی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اسکی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور بدعت کی ملونی ہے اور انسان کو خدا تعالیٰ کی جگہ دی گئی۔ یا خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائیگا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائیگی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ۔ یعنی خدا تعالیٰ تیرے ساتھ ہے اور خدا تعالیٰ وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایتِ الٰہی کیلئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کرکے ان معارف کے سُننے کیلئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ اُنکی عقل و ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہونگے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہونگے۔"

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

کلام الامام

اللہ تعالیٰ کا نُور

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"ذاتِ باری تعالیٰ کا نُور ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمام کائنات اس کے ارادے، اس کے فکر سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا ہونا ناممکن ہے .... تو خدا کا نور سمجھنا ہے تو خدا کی اس تخلیق کے حوالے سے سمجھیں جس کے متعلق اللہ فرماتا ہے "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ یہ بیان سُن کر آپ کو کیا سمجھ آئے گا۔ اگر السّمٰوٰت وَالْاَرْض پہ غور نہیں کرتے۔ تبھی اللہ تعالیٰ اولوالالباب کی تعریف میں یہ بات داخل فرما دیتا ہے۔ "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ"۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں حیرت انگیز نشانات ہیں، عظیم نشانات ہیں "لَاٰیٰتٍ" کن لوگوں کیلئے؟ جو اولوالالباب ہیں، جن کو خدا نے عقلیں عطا فرمائی ہیں۔ اور صاحبِ عقل انسان وہ نہیں ہے جو محض خشک سائنسدان ہے۔ کیونکہ وہ اپنے تلاش کے سفر کو کناروں پہ ختم کر دیتے ہیں اور نیچے اُتر کر اسکی ماہیت جو نور کے پردوں کے پرے دکھائی دینی چاہیئے اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ"۔ ایسا دلچسپ سفر ہے، اتنا حیرت انگیز یہ سوچ کا نظام ہے کہ جو اس میں ایک دفعہ مبتلا ہو جائے کوئی DRUG ADICTION اس سے زیادہ سخت نہیں ہو سکتی۔ انسان ہر بات میں اس کی ماہیت پر غور کرتے ہوئے خدا کی طرف پہنچنے کا مزہ چکھ لے تو پھر وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو یہ آیت کریمہ پیش کر رہی ہے۔ "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ"۔ نہ دن کو بھولتے ہیں نہ رات کو نہ کھڑے ہوئے نہ بیٹھے ہوئے۔ وہ تو کروٹیں بدلتے ہیں تو تب بھی ان کو خدا یاد آتا ہے۔ اور یہ لامتناہی ذکر کا سفر ہے جو کائنات پر غور کرنے کے نتیجے میں ضرور شروع ہو گا اگر اولوالالباب ہو گے۔ تو جب تک کائنات پر غور نہیں کرتے، "نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور "نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کو صرف اسی حد تک سمجھتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں جس حد تک کائنات کا شعور حاصل کرنے کی خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے۔ اور پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ سب پردہ ہی تھا اور وجہ اوّل ان پردوں سے پرے ہے۔ جو نور ہم دیکھتے ہیں، جو کائنات کی روشنائی ہے، جو کائنات کے اندر متحرک روح ہے وہ خدا نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں اور "نور اللہ" اس سے پرے لطیف تر کوئی چیز ہے جو تموّج سے بھی پاک ہے۔ جو ہر قسم کی فناء کے تقاضوں سے بالا ہے۔ وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے۔ وقت کا اس پر کوئی دخل نہیں۔ وہ وقت کا خالق ہے۔ اسے کسی نے خلق نہیں کیا۔"

(خطبہ جمعہ ۹۔ دسمبر سے اقتباس بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ ۱۵ تا ۲۱۔ دسمبر ۱۹۹۵ء)

عربی منظوم کلام

وَمِنْ وَجْهِهِ جَلّٰى بَعِيْدًا وَّ اَقْرَبَا

وَاَنْتَ اِلٰهِيْ مَاْمَنِيْ وَ مَفَازَتِيْ ⁂ وَمَالِيْ سِوَاكَ مُعَاوِنٌ يَدْفَعُ الْعِدَا

اور تُو میرا معبود، میری پناہ اور میری مراد ہے اور میرا تیرے سوا کوئی معاون نہیں جو دشمنوں کو دفع کرے

وَلَكَ اٰيَاتٌ فِيْ عِبَادٍ حَمِدْتَّهُمْ ⁂ وَلَاسِيَّمَا عَبْدٍ تُسَمِّيْهِ اَحْمَدَا

تیرے کئی نشان ہیں ان بندوں میں جن کی تُو نے تعریف کی ہے اور خاص کر اس بندے میں جس کا نام تُو نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا

لَهٗ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ غَلْيُ مِرْجَلٍ ⁂ وَفَاقَ قُلُوْبَ الْعَالَمِيْنَ تَعَبُّدًا

اپنے ربّ کی عبادت میں اس میں ہنڈیا کا سا جوش ہے اور عبودیت میں وہ تمام جہانوں کے دلوں پر فوقیت لے گیا ہے

وَمِنْ وَّجْهِهٖ جَلّٰى بَعِيْدًا وَّ اَقْرَبَا ⁂ وَاَصَابَ وَابِلُهٗ تِلَاعًا وَّ جَدْجَدًا

اور اپنے مبارک چہرہ سے اس نے دور و نزدیک کو روشن کر دیا اور اس کی بارش ٹیلوں پر بھی برسی ہے اور ہموار زمین پر بھی

فَيَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَيْلَ شَرْعِهٖ ⁂ وَدَعْ كُلَّ مَتْبُوْعٍ بِهٰذَا الْمُقْتَدٰى

اے معرفتِ الٰہی کے طالب! اس کی شریعت کا دامن پکڑ لے اور اس پیشوا کے مقابلہ میں ہر پیشوا کو چھوڑ دے

يُزَكِّيْ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ ظُلْمَةٍ ⁂ وَمَنْ جَاءَهٗ صِدْقًا فَنَوَّرَهُ الْهُدٰى

وہ لوگوں کے دلوں کو ہر تاریکی سے پاک کر دیتا ہے اور جو بھی اس کے پاس صدق سے آئے تو اسے (اسکی) ہدایت منوّر کر دیتی ہے

وَوَاللّٰهِ هٰذَا كُلُّهٗ مِنْ مُّحَمَّدٍ ⁂ وَيَعْلَمُ رَبِّيْٓ اَنَّهٗ كَانَ مُرْشِدًا

اور اللہ کی قسم! یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ہے اور میرا ربّ خوب جانتا ہے کہ وہی مرشد ہے

(روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۹۰-۹۱)

فارسی منظوم کلام

مے درخشد روئے حق در روئے او

سیّد شاں آنکہ نامش مصطفےٰؐ است ⁂ رہبر ہر زمرۂ صدق و صفا است

ان لوگوں کا سردار جس کا نام مصطفےٰ ہے تمام اہلِ صدق و صفا کا وہی لیڈر ہے

مے درخشد روئے حق در روئے او ⁂ بوئے حق آید ز بام و کوئے او

اس کے چہرہ میں خدا کا چہرہ چمکتا نظر آتا ہے اس کے بام و در سے خدا کی خوشبو آتی ہے

ہر کمالِ رہبری بر وے تمام ⁂ پاک روئے، پاک رویاں را امام

رہبری کے تمام کمالات اس پر ختم ہیں خود بھی مقدس ہے اور سب مقدسوں کا امام ہے

اے خدائے چارۂ آزارِ ما ⁂ کن شفاعت ہائے او در کارِ ما

اے خدا اے ہماری تکلیفوں کی دوا ہمارے معاملہ میں اس کی شفاعت ہمیں نصیب کر

ہر کہ مہرش در دل و جانش فتد ⁂ ناگہاں جانے در ایمانش فتد

جس کے جان و دل میں اس کی محبت داخل ہو جاتی ہے تو یکدم اس کے ایمان میں ایک جان پڑ جاتی ہے

آنکہ کہ او را ظلمتے گیرد براہ ⁂ نیستش چوں روئے احمد مہر و ماہ

وہ شخص جسے تاریکی گھیر لے اس کیلئے احمد کے چہرہ کی طرح اور کوئی سورج چاند نہیں ہے

تابعش بحرِ معانی مے شود ⁂ از زمینی، آسمانی مے شود

اس کا پیرو معرفت کا ایک سمندر بن جاتا ہے اور زمینی سے آسمانی ہو جاتا ہے

(روحانی خزائن جلد ۹ صـ۲۵۴)

کلام سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

(از کتاب ست بچن)

کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات ∴ وہ نسخہ بتا جس سے جاگے تو رات
کہاں نیند کی ہے دوا سوز و درد ∴ کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد
وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں ∴ وہ خود دل نہیں جو کہ بریاں نہیں
تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا ∴ تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا؟
مجھے پوچھو اور میرے دل سے یہ راز ∴ مگر کون پوچھے بجز عشق باز
جو برباد ہونا کرے اختیار ∴ خدا کے لئے ہے وہی بختیار
جو اُس کیلئے کھوتے ہیں پاتے ہیں ∴ جو مرتے ہیں وہ زندہ ہو جاتے ہیں
وہی وَحدَہٗ لَاشَرِیْکَ اور عزیز ∴ نہیں اُس کی مانند کوئی بھی چیز

اگر جاں کروں اُسکی راہ میں فدا
تو پھر بھی نہ ہو شکر اُس کا ادا

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۸-۱۶۹)

اُسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی

اللہ تعالیٰ سے انتہا درجہ کی محبت

آپؐ کی عبادات میں محویت اور عشق کا رنگ

——— نصر اللہ خاں ناصر

(۶)

ع کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادتِ نماز میں محبّت و عشق کے جذبات کا کوئی وقتی محرک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر لمحہ خواہ کیسے حالات ہوں خوشی ہو یا غم، اس جذبۂ محبّت کا اظہار ہمیشہ ہوتا۔ اسی میں آپؐ کے دل کا سرور تھا۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں آپؐ کا دل پگھلا جاتا تھا۔ اور اس کا اظہار اگر دن کے مختلف اوقات میں عبادتِ نماز کی صورت میں ہوتا تو رات کی تنہائیوں میں بھی آپؐ اپنے رحیم وکریم رب کے حضور گریہ زاری فرماتے اور آپؐ کی سجدہ گاہ تر رہتی۔ چنانچہ ان کیفیاتِ عبادت سے عشق ومحبت کے سوتے پھوٹتے تھے جو ہر خاص وعام کے مشاہدہ میں آتی رہیں۔

نماز باجماعت کی کیفیت:- آپؐ نے سب سے زیادہ اہمیت نماز باجماعت کو دی۔ اس کا ثواب اکیلے نماز ادا کرنے سے ۲۵ یا ۲۷ گُنا زیادہ قرار دیا۔ آپؐ نے معمولی عذر کو قبول نہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جیسے نابینا رفیق کو جس کا راستہ خاردار ناقابلِ گزر گھاٹیوں والا تھا اسے بھی فرمایا کہ تمہیں اذان کی آواز پہنچتی ہے تو تم بھی ضرور نماز باجماعت میں شریک ہو۔ عورتوں اور بچوں کا بھی نماز باجماعت میں شریک ہونا آپؐ کے ان تاکیدی ارشادات کا نتیجہ تھا۔ بچے کی تکلیف اور بے صبری پر نماز باجماعت

کو منتظر فرما دیا مگر یہ کبھی نہ فرمایا کہ بچوں کو نماز باجماعت میں نہ لایا جائے۔ بلکہ سات سال کے بچے کو اپنے ساتھ لانے کی ترغیب دی اور دس سال کے بچے کو تاکیداً نماز باجماعت میں شامل کرنے کا حکم فرمایا۔
یہی وہ عبادت ہے جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قُرَّۃُ عینی فِی الصَّلٰوۃ

کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کتنے خوبصورت ہیں کہ اپنے ربّ کریم کی عبادت کے منظر کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ایسا سُرور پاتیں جیسے خنکی یا ٹھنڈا پانی آنکھوں کے لئے راحت بخش ثابت ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت نماز باجماعت کا منظر قرۃ العین ثابت ہوتا جس میں آپؐ قومی وحدت اتحاد اور باہمی محبّت و مساوات کا نظارہ دیکھتے اور محسوس کرتے تھے۔ اس ماں کی طرح جس کے بچے اس کی آغوش میں یک جان ہو کر مامون و محفوظ ہوتے ہیں۔ پس یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اسی نماز کا نتیجہ تھی جو باجماعت ادا کی جاتی۔ آپؐ نے فرمایا۔

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔"
(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گُنا افضل ہے۔ پھر آپؐ نے جب نماز باجماعت پڑھی جا رہی ہو تو کوئی نماز ادا کرنے کو ناجائز قرار دیا تاکہ ملّی وحدت و محبت میں کوئی رخنہ اندازی نہ ہو اور نہ کوئی غلط سوچ فتنہ پروری کا موجب بنے فرمایا۔

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ۔"
(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ....)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نماز (باجماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

ایک خوبصورت مثال :- پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار نماز باجماعت کی ایک خوبصورت مثال یوں دی ہے فرمایا:

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب المشی الی الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے یعنی جیسے اس شخص کے بدن پر میل نہیں رہ سکتی اسی طرح پانچ نمازیں پڑھنے والے کی روح پر گناہ کی آلائش نہیں رہ سکتی۔

اس مثال کو ایک اور شکل میں بھی آپ نے بیان فرمایا:۔

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئٌ۔ قَالُوْا: لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ: قَالَ: فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔ (بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ الخمس کفارۃ للخطاء)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف فرماتا ہے۔ اور کمزوریاں دور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی سے مرتعش صدائیں سننے اور حسن نیت سے عبادت کی تیاری اور وحدت و اتحاد ملت کے قیام اور دلوں سے محبت و مروّت کے جذبات لئے جب اللہ کے گھر کی طرف قدم اٹھتے ہیں تو بلا شبہ وہ ایسی پاک روح رکھنے والے ہوتے ہیں جس میں گناہ و خطا کی گرد دھل چکی ہوتی ہے پس یہ ہے وہ منظر نماز باجماعت کا جو ہمارے مقدس آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے "قُرَّۃُ الْعَیْنِ" ثابت ہوا۔

یہاں نماز باجماعت یا نوعیت نماز اور نوافل نماز وغیرہ کے احکام و آداب کے بیان کا موقعہ نہیں اصل مقصود تو اس عبادت سے ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نمونہ میں

پائی جاتی ہے۔ جس سے آپؐ کی عبادت میں محویت و محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ سو اس غرض کیلئے اس احسن عبادت کا ذکر ضروری ہے۔

حُسنِ عبادت کیلئے تحریک:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری صفائی، وضو اور مسواک کو بڑی اہمیت دی ہے آپؐ نے وضو کا تفصیلاً ذکر فرمایا۔ اور اطمینان سے اعضاء کو تین تین بار دھونے کے بعد مزید فرمایا۔

"مَنْ تَوَضَّاءَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" (بخاری کتاب الوضوء ثلثاً ثلثاً)

ترجمہ: جس نے اس طرح سے وضو کیا جس طرح میں نے کیا ہے پھر وساوس سے محفوظ رہ کر خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اللہ کے گھر کے ساتھ دل معلق رکھنے یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنے کو (جب اسکی استطاعت ہو۔ ناقل) آپؐ نے رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قرار دیا۔ جہاں سے شیطان کا حملہ پسپا ہو جاتا ہے۔ فرمایا

كَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَاِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ" (مسلم کتاب الطہارت)

ترجمہ: مسجد میں دور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا یہ بھی ایک قسم کا رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنے کی طرح ہے (آپؐ نے یہ بات دو بار دہرائی)

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن عبادت کا بھی کیا عجیب رنگ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا۔ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطٰنِ وَكَانَ يَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ الْكَلْبِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ۔ (مسند احمد ص ۳۱ ج ۶)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہہ کر نماز شروع کرتے۔ اسکے بعد سورۃ فاتحہ پڑھتے۔ جب رکوع کرتے تو نہ سر کو اوپر اٹھا کر رکھتے نہ جھکاتے بلکہ پیٹھ کے برابر اور ہموار رکھتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو سیدھے کھڑے ہو کر پھر سجدہ میں جاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پوری طرح بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ کرتے اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد کے لئے

بیٹھتے۔ اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور بایاں پاؤں بچھا دیتے۔ اور اس طرح بیٹھ کر تشہد پڑھتے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے یعنی ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے اور سجدہ میں بازو بچھانے سے منع فرماتے۔ جس طرح کہ کتا اپنے بازو بچھا کر بیٹھتا ہے۔ آخر میں آپؐ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ کہہ کر نماز ختم کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نہایت سنوار سنوار کر اطمینان سے نماز کے ارکان ادا کرتے۔ پھر عبادت میں اس قدر چوکس ہوتے کہ کہیں تساہل اور سستی کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ جس سے وہ اپنے رب کریم کے حضور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں التجاؤں کو اس طور پر پیش کرتے کہ دنیوی خیالات اس کی مناجات پر حادی نہ ہو جائیں۔

رحمتوں کی موجب نماز:۔

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان عبادت کو احسن طریق پر ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کا باعث قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص نماز کی نیت سے مسجد میں آئے تو ایسا شخص کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ فرمایا

مَا کَانَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ وَالْمَلَائِکَۃُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مَجْلِسِہٖ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ یَقُوْلُوْنَ: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ۔ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ مَالَمْ یُؤْذِ فِیْہِ، مَالَمْ یُحْدِثْ فِیْہِ۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

ترجمہ: جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے۔ نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے۔ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اس کو بخش دے، اس کی توبہ قبول کر۔ یہ دعائیں اس کے لئے اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اور بے وضو نہیں ہوتا۔

اللہ اللہ یہ کیا حسن عبادت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادتِ نماز میں کیا محبت کا رنگ ہے۔ کس طرح قدم قدم پر اپنے رب کریم کی طرف نگاہ اٹھتی ہے۔ اور اس کی رحمتوں کے مورد بننے کے لئے کیسے آداب اور سلیقے سکھائے ہیں۔ پھر آپؐ کی دعائیں ہیں اور ان دعاؤں میں عاشقانہ رنگ ہے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے اس کیفیت کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

؎ عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت ؛ کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

(باقی آئندہ)

قرآن مجید کے اعجازی اثرات

(محترم میاں عبدالقیوم صاحب۔ راولپنڈی)

(قسط دوم)

قرآن مجید کے اعجازی اثر کا دوسرا طریق

دوسرا طریق قرآن مجید کے اعجازی اثر کا یہ ہے کہ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو اور صفات کو ایسے میٹھے اور دلربا انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ انسانی روح بے اختیار ہو کر اس حسین اور محسن خدا کے در پر ہروقت سربسجود رہنا چاہتی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ انعام کو لے لیجئے۔ اس کے گیارھویں اور بارھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

اس میں زمین و آسمان، سورج، چاند ستاروں کی تخلیق کا ذکر ہے۔ وہ خدا کس طرح ایک دانہ اور ایک گٹھلی سے کتنے دانے اور درخت اگاتا ہے۔ بارش برسا کر پھل پیدا کرتا ہے جن کے مختلف مزے ہوتے ہیں اور مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ وہ ہروقت انواع و اقسام کی نعماء انسانوں کی بھلائی کے لئے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ

یہ اللہ تمہارا رب حقیقی ہے۔ جو اتنے انعام و اکرام کرتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں

خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ

وہ ہر چیز کو پیدا کرتا ہے اور پیدا کرنے والا ہے۔ کائنات میں اتنی نوع کی تخلیق ہے کہ انسانی ذہن اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ اتنے اسباب در اسباب۔ قانون در قانون ہیں کہ کوئی انسان ان تمام کو جان نہیں سکتا۔ تاہم وہ فرماتا ہے کہ اے انسانو! جب تم دیکھو کہ تم پر ایسی مشکل آن پڑی ہے کہ کوئی وسیلہ اور سبب اس کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ اور صورت حال ایسی ہے کہ "حیلے سب جاتے رہے"۔ تب بھی مایوس نہ ہونا۔ کیونکہ تمہارا خدا تو نئے اسباب تخلیق کر سکتا ہے اور محض "کن" فرمانے سے لاکھوں کروڑوں

تغیرات لا سکتا ہے۔ اس لئے ایسے خدا کی ہی عبادت کرنا۔ اس پر توکل کرنا اور اس کو ہی حقیقی کارساز یقین کرنا کیونکہ وہ

"اک حضرتِ توّاب ہے"

ان آیات کے الفاظ ایسے فصیح، ملیح اور دلکش ہیں کہ قلب انسانی کو گرویدہ بناتے چلے جاتے ہیں۔ اور جو ان آیات کا مجموعی مفہوم ہے وہ تو جادو ہے۔ وہ انسانی روح کو مسحور کرتا جاتا ہے۔ جب انسان کی یہ حالت ہوجاتی ہے تب خدا فرماتا ہے۔" فَاعْبُدُوْهُ "کہ پھر ہمیشہ اسی کی ہی عبادت کرنا۔ اسی کو مطلوب و مقصود، معبود جاننا اور اسی کے گرد گھومنا اور اسی کے پاؤں پر اپنا سر رکھنا۔ کیونکہ وہ بہت باغیرت بھی ہے۔

اسی طرح سورۃ نمل کے پانچویں رکوع میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات اور بعض افضال کا ذکر ہے فرماتا ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ نمل آیت: ۶۳)

یہ بتاؤ تو سہی کہ کون ایسے انسان کی دعا کو سن لیتا ہے جب وہ اضطراری کیفیت میں خدا کے حضور گر جاتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے اور تم دعا کرنے والوں کو زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔ کیا اس قادر مطلق رحیم خدا کے علاوہ کوئی اور معبود بھی ہے۔؟ حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت اور اس سے پہلے کی آیات میں نہایت درد سے نسل انسانی کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کی صفات حسنہ کا منبع ہے۔ وہ تمام ابن آدم پر ہر آن رحمتوں اور برکتوں کی بارش کرتا رہتا ہے۔ خوبصورت باغات اگاتا ہے۔ جہاں اس نے انسانوں کے لئے ہر چیز ذخیرہ کر رکھی ہے۔ انسانوں کے لئے اس نے پانی کے بڑے بڑے سمندر بنا دیئے ہیں۔ اور سمندروں کے درمیان اس نے روک بنا دی ہے۔ کیا ایسے زبردست قوتوں اور قدرتوں کے مالک خدا، جو بایں ہمہ نہایت درجہ رحیم و کریم بھی ہے کے سوا کوئی اور خدا بھی ہے؟

پھر قرآن مجید ان آیات میں اپنی خدائی کی ایک زبردست دلیل دیتا ہے۔ وہ یہ کہ جب کوئی انسان مضطر ہو جائے۔ لاچار ہو جائے۔ بے بس اور بے کس ہو جائے۔ چاروں طرف سے مہیب خطرات اسے گھیرلیں اور سوائے موت اور تباہی کے اور کچھ نظر نہ آتا ہو۔ اس وقت ایسا انسان جب خدا کی طرف مدد کی فریاد کرتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ میں اس کی مدد کو پہنچتا ہوں اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہوں۔ کیا میرے سوا

کوئی اور معبود بھی ہے؟ مضطر ہونے کے لئے ایک انسان کے لئے نیک ہونا شرط نہیں۔ کسی مذہب و ملت کی شرط نہیں۔ کالے اور گورے کی شرط نہیں۔ مشرقی اور مغربی کی شرط نہیں۔ عالم اور جاہل کی شرط نہیں۔ عورت اور مرد کی شرط نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ آدم کی نسل ہو اور خطرناک بھنور میں پھنس جائے اور اس وقت وہ خدا کو پکارے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں خدا اس کی مدد کو پہنچتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کے الفاظ، طرز استدلال، مفہوم اور ان کی روح سخت سے سخت دل پر شدید اثر کرتی ہے اور اسی لئے چودہ سو سال سے لاکھوں کروڑوں افراد امت محمدیہ یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ قرآن مجید سے زیادہ پر اثر۔ دل کو نرم کرنے والا۔ خشیت الٰہی پیدا کرنے والا۔ تکبر و غرور اور دوسری برائیوں کو ختم کر دینے والا۔ نیکی اور تقویٰ کی تحریک کرنے والا۔ اور خاص طور پر محبت و عشق الٰہی پیدا کرنے والا اور کوئی کلام نہیں۔ پھر خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید ان راہوں کی رہنمائی بھی خود کرتا ہے جس طرح سے یہ کلام پڑھا جائے اور اس سے صحیح فائدہ اٹھایا جاسکے۔

بکثرت تلاوت قرآن کی ہدایت

اس ضمن میں قرآن مجید کی ہدایت یہ ہے کہ اس کلام الٰہی کی تلاوت کثرت سے کی جائے۔ بار بار کی جائے۔ جس کا بہترین وقت آدھی رات گذر جانے کے بعد کا ہے۔ اس وقت ایک سناٹا چھایا ہوا ہوتا ہے۔ دنیا اور اس کے مشاغل اکثر معطل ہوتے ہیں۔ وہ وقت توجہ کو قائم رکھنے کے لئے اور مفہوم کو سمجھنے کے لئے بہترین ہے۔ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○
وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○

(بنی اسرائیل آیت:۷۹۔ ۸۰)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو سورج ڈھلنے سے لے کر رات کے تاریک ہو جانے کے وقت تک نماز کو عمدگی سے ادا کر۔ اور فجر کے وقت قرآن پڑھنے کو لازم رکھ۔ صبح کے وقت قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مقبول عمل ہے۔ اور تجھ پر خاص انعام یہ ہے کہ رات کو قرآن مجید کے ذریعہ شب بیداری کیا

کر۔ اس کے ذریعہ امید ہے کہ تیرا رب تجھے حمد اور تعریف کے مقام پر کھڑا کردے۔

پھر سورۃ مزمل میں قرآن مجید فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (سورۃ مزمل آیت:۲-۵)

اے کمبل یا چادر میں ملبوس۔ رات کو اٹھ کر ہماری عبادت کر۔ رات کا تھوڑا حصہ۔ آدھا یا اس سے کم کردے یا زیادہ کردے اور اس میں قرآن کو خوش الحانی سے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا کر۔

فجر اور رات کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی قرآن مجید کی تلاوت بہت ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کا ایک دور مکمل ہونے پر یہ دعا سکھائی ہے۔

وَارْزُقْنِي تِلَاوَتَهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ کہ (اے) میرے خدا مجھے رات اور دن کے مختلف اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق عطا فرما۔

اسوہ رسول ﷺ ۔ تلاوت قرآن کریم

تلاوت قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نمونہ ہمارے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔ احادیث سے یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ آدھی رات گذر جانے کے بعد اٹھ بیٹھتے۔ نوافل ادا فرماتے اور نوافل میں قرآن مجید بکثرت تلاوت فرماتے۔ بعض دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ بقرہ جیسی لمبی سورتوں کی بھی ان نوافل میں تلاوت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ دن میں جب موقع ملتا آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ تلاوت کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہو جاتے۔ خشیت الٰہی کا شدید غلبہ ہوتا اور آنحضرت ﷺ بے تاب ہو کر اپنے معبود کے آستانے پر گر جاتے اور عرض کرتے کہ سَجَدَتْ لَكَ رُوحِي وَجَنَانِي میری روح اور جسم تیرے آگے سجدہ ریز ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ۔۔ اور تلاوت قرآن کریم

اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق بھی تاریخ سے یہی ثابت ہے کہ آپ بھی رات کی

تنہائی میں اور دن کے مختلف اوقات میں قرآن مجید کی دیر تک تلاوت فرماتے رہتے۔ آیات قرآنیہ پر خوب غور و فکر کرتے اور گھنٹوں اس پر صرف کرتے۔ اسی تلاوت کی کثرت اور غور و فکر نے ہی آپ کو بھی خدا کا مقرب بنا دیا۔ ایسا مقرب جس پر رات اور دن کلام الٰہی نازل ہونا شروع ہو گیا اور خدا کے پیار کی نظریں آپ پر مرکوز رہنے لگ گئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو بھی پاک ہوا۔ جو بھی خدا کا مقرب بنا۔ اس نے قرآن مجید کی کثرت سے رات اور دن تلاوت کی اور اس پر عمل کیا۔ قرآن مجید سے زیادہ اور کوئی یقینی راہ نہیں۔ یہ خود ہی انسانی قلب پر اثر انداز ہو کر دل کو نرم کرتا اور خدائی احکام پر عمل کرنے کا شوق پیدا کرتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اماموں اور دیگر بزرگان کے متعلق بھی یہی ثابت ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر غور و فکر ان کی زندگی کے سب سے اہم اور ضروری مقاصد رہے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ......اپنے اشعار میں کس درد اور کس خوبی سے فرماتے ہیں ۔

ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر　٭　کہ بناتا ہے عاشقِ دِلبر
کوئے دلربا میں کھینچ لاتا ہے　٭　پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نُور بھرتا ہے　٭　سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں　٭　وہ تو دیتا ہے جاں کو ایک اور جہاں

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہِ عرفاں　٭　جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں
ان پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں　٭　یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت　٭　یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت　٭　یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا　٭　فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا　٭　یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تقریب شادی

مورخہ ۷۔ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ماہنامہ انصار اللہ کے مینجر اور پبلشر چوہدری محمد ابراہیم صاحب کے فرزند عزیزم محمد محمود صاحب کی تقریب شادی عمل میں آئی۔ مورخہ ۱۶ ستمبر کو مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے مبلغ دس ہزار روپے حق مہر پر عزیز کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ ذکیہ پروین صاحبہ بنت مکرم چوہدری ولی محمد صاحب احمد نگر نے کیا۔ مورخہ ۷ دسمبر کو دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل نے دعا کروائی۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ شادی ہر لحاظ سے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے ۔　(ادارہ)

نوائے دل

چھیڑیں وہ نغمہ، ساز کے تاروں کو رشک ہو
جھوم اُٹھے بزمِ گُل تو ہزاروں کو رشک ہو

کچھ اس طرح سجائیں محبت کی محفلیں
خیرہ ہو چاند کی نظر، تاروں کو رشک ہو

دُنیا کو پھر بنائیں ہم نگری پریم کی
جنت کو رشک، اُس کے نظاروں کو رشک ہو

گُونج اُٹھے چار دانگ میں یوں احمدی کی لے
باغِ بہشت کے بھی ہزاروں کو رشک ہو

شرمندہ اہرمن رہے، آدم ظفر نشاں
انسانیت کے نُور پہ تاروں کو رشک ہو

دریائے زندگی میں ہوں اُلفت اسیر ہم
یوں موج بن کے جائیں کناروں کو رشک ہو

اسلام چھیڑ نغمۂ انسانیت ذرا
بزمِ فلک کے ساز کے تاروں کو رشک ہو

عبد السلام اسلام

برعظیم پاک و ہند میں اولیائے کرام کی دعوت الی اللہ

——— محترم پروفیسر سعود احمد خان صاحب

برعظیم پاک و ہند میں دعوت الی اللہ یہاں کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ایک متوازی جدوجہد ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ اولیاء اللہ جن کو عام طور پر صوفیا بھی کہا گیا ہر زمانہ میں بڑی کثرت سے ہوئے اور انہوں نے تعلق باللہ کے لئے اللہ کی مخلوق کو راہِ راست پر لانے کے کام کو زاہدانہ اشتغال کی طرح ہی ان کے برابر کی عبادت سمجھا۔ اس لئے ان کی کوششیں اور کارنامے کسی صورت میں دیگر تاریخی واقعات سے نہ تعداد میں اور نہ اہمیت میں کم دکھائی دیتے ہیں۔ نیز اس وجہ سے کہ دعوت الی اللہ کا کام کلیۃً اولیاء کرام نے اس طرح از خود سرانجام دیا کہ اس میں کسی حکومت یا بادشاہ کے دست نگر ہونے کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ بسا اوقات ان کو بادشاہوں اور حکومت کی مداہنت کی پالیسی کے برخلاف کام کرنے سے ان کی ناراضگی بھی مول لینا پڑی۔ اس طرح ان کی کوششیں ملک کی عام سیاسی تاریخ میں شامل نہیں سمجھی جاسکتیں۔

دعوت الی اللہ کی ابتداء :-

اس میں شک نہیں کہ محمد بن قاسم کی آمد سے بھی پہلے برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی ابتدا تاریخی طور پر ثابت ہے۔ نزہت الخواطر جلد اوّل (صفحات ۱۴۷ تا ۱۵۷) کے مطابق کسی بابا رتن ہندی کا ذکر امام ذہبی اور بعض دوسرے مصنفین نے کیا ہے۔ یہ بابا صاحب بھٹنڈہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کو درازیٔ عمر کی دعا دی۔ واپس آئے اور اپنے وطن میں فوت ہوئے۔ اگر یہ روایت درست ہے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرور مثمر ثمرات حسنہ ہوئی۔ حضورؐ کی دعا درازی عمر کے لئے اسی لئے تھی کہ ان کے ذریعہ سے لمبے عرصہ تک نورِ اسلام اس علاقے میں پھیلے ورنہ صرف درازیٔ عمر کا کیا فائدہ۔ اس کے علاوہ ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۱۳ تا ۲۴ ھ) کے عہدِ خلافت میں ہی مسلم عساکر اسلامی فتوحات کو مستحکم بنانے کے لئے ان ہمسایہ علاقوں میں بھی چلی گئی تھیں جہاں ایرانی فوجیں پناہ گزیں ہوئیں یا باغی قبائل ہتھیار ڈالنے کی بجائے بھاگ جاتے تھے۔ اس طرح افغانستان اور پاکستان میں بلوچستان کے مکران کے ساحل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان آنے لگے تھے۔ بایں ہمہ اسلام کا نمایاں اثر و نفوذ تو بہر حال محمد بن قاسم (۷۱۲ء) کے معرکۂ

سندھ کے بعد ہی ہوا۔ قطع نظر تعمیر مسجد اور دیگر تبلیغی کوششوں کے نئی حکومت میں عدل وانصاف رعایا پروری اور امن وامان یہ سب خوبیاں ایسی تھیں جو مقامی آبادی کے لئے ان کی اپنی حکومت سے بدرجہا بہتر تھیں اور دراصل یہ بھی تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے نہایت کامیاب گر ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ تا ۱۰۱ھ) ایک ایسے اموی خلیفہ تھے جن کو وسعت مملکت کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام کا بھی خیال رہتا تھا۔ اپنے چار سالہ مختصر دور میں انہوں نے علاقائی والیوں یا صوبہ داروں کو باقاعدہ اس ضمن میں احکامات بھیجے تھے اور مؤرخ بلاذری کے بیان کے مطابق بعض ہندو شاہزادے بھی ان کی دعوت پر اسلام سے مشرف ہوئے۔ (فتوح البلدان)

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اس کی تجلّیات بھی ہمیشہ زندہ وتابندہ رہنے والی ہیں۔ اس لئے جہاں محمد بن قاسم اور اس کے بعد کے حکمران حکومت کے ساتھ اسلام کو سندھ اور ملحقہ علاقوں میں مضبوط کر رہے تھے۔ تھامس آرنلڈ کی کتاب PREACHING OF ISLAM (دعوت اسلام) کے مطابق　　　کے ملک میں جس کو مؤرخ بلاذری نے شمال مشرق میں کشمیر۔ جنوب مغرب میں ملتان اور شمال مغرب میں کابل کا درمیانی علاقہ بتایا ہے۔ وہاں کے راجہ کا بیٹا بیمار ہوگیا۔ اس نے اپنے پنڈتوں اور پروہتوں سے درخواست کی کہ وہ دیوی دیوتاؤں سے اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔ انہوں نے دعا کی اور بتایا کہ دیوتاؤں نے دعا قبول کر لی ہے۔ اس کو صحت ہو جائیگی۔ لیکن لڑکا مر گیا۔ غم وغصہ میں راجہ نے مندر پر حملہ کر کے اس کو تباہ کر دیا۔ بت توڑ ڈالے۔ اور پروہتوں کو قتل کر دیا۔ پھر اس نے مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو بلایا جو تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کیا کرتے تھے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اور توحید کا اقرار کر کے اسلام کو قبول کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروہتوں اور پنڈتوں نے راجہ کو اسلام سے دور رکھنے کی کوششیں کی ہونگی اور مسلمانوں کی تبلیغ میں رکاوٹیں ڈالی ہونگی۔ جبکہ وہ ملک میں پرامن تجارت اور دعوت الی اللہ میں مشغول تھے۔ اب راجا کو اپنی بے اعتنائی اور پنڈتوں اور پروہتوں کے نامناسب رویّہ پر ندامت ہوئی اور وہ اسلام کی طرف مائل ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّی دیکھ کر۔

محمد بن قاسم سے محمود غزنوی تک :-

محمد بن قاسم کے زمانہ سے محمود غزنوی تک نہ صرف سندھ بلکہ تمام مغربی ساحل پر یعنی بلوچستان مکران کے ساحل سے لے کر جنوب میں مالابار اور حتیٰ کہ سری لنکا تک مسلمان دعوت الی اللہ کے مبارک کام میں منہمک رہے۔ ان بزرگوں میں جنہوں نے اسلام کی شمع برصغیر میں علم وعر[illegible] کی بنیاد پر روشن کی نہ کہ جنگ وجدل کے نتیجہ میں۔ پہلا نام ربیع بن صبیح البصری کا ملتا ہے جو یہاں آئے۔

یہ تابعی تھے ۔ ابن سعد طبقات میں بتاتا ہے کہ وہ یہیں سندھ میں فوت ہوئے اور سندھ میں ہی دفن ہوئے ایک اور صاحب شیخ ابوتراب تبع تابعی بھی ہیں ۔ جو خلافت عباسی کے دور میں سندھ آئے اور ٹھٹھہ مغربی سندھ میں ان کا مزار آج بھی زیارت گاہ بنا ہوا ہے ۔ بلکہ ان معرکوں میں جو ان کے اور اسلام کے دشمنوں کے درمیان ہوئے اللہ تعالیٰ نے خاص کراماتی انداز میں ان کی مدد فرمائی کیونکہ بعض تذکروں میں ان کو اس علاقہ کا قلعہ دار بھی بتایا گیا ہے ۔ گویا وہ فوجدار تھے ۔ اور حکومت کی طرف سے باغیوں اور دشمنوں کے مقابلہ پر بھی مامور تھے ۔　　　(تحفۃ الکرام جلد ۳ صـ۲۶)

سندھ میں دعوت الی اللہ :-

یہ ابتدائی آنے والے پیشہ کے لحاظ سے تاجر بھی تھے ۔ کیونکہ باقاعدہ تبلیغی مشن تو قائم نہ تھے اور نہ ہی آمد و رفت رسل و رسائل کی سہولتیں میسر تھیں ۔ اس لئے ذریعہ معاش تجارت تھی ۔ تبلیغ کے شوق میں عالم دین بھی اور اللہ کے لو لگانے والے بھی تھے ۔ انہی کی دعوت کا نتیجہ تھا کہ مقامی لوگ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ علم دین بھی حاصل کیا ۔ اور پھر عرب کے ملکوں میں جا کر اپنے علم و فضل کا لوہا منوایا ۔ قاضی عبدالکریم سمعانی کی مشہور کتاب الانساب میں کئی ایسے علمائے حدیث کے نام ملتے ہیں جو سندھی تھے یا ہندوستان کے مغربی ساحل کے رہنے والے تھے ۔ ایک صاحب ابومعشر نجیح سندھی تھے ۔ نو مسلم ہوتے ہوئے حصول علم کے لئے بیرون برعظیم گئے اور مدینہ منورہ میں لمبے قیام کی وجہ سے مدنی مشہور ہو گئے ۔ اور پھر بغداد میں فن مغازی و سیر میں امام سمجھے گئے ۔ ان کی وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی اور خود خلیفہ ہارون رشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ۔

ابتدائی داعیان الی اللہ کی کوششوں سے اسلام سندھ اور دیگر علاقوں میں اس قدر زور پکڑ گیا کہ نومسلموں میں اہل اللہ بھی پیدا ہوئے ۔ یعنی داعیان الی اللہ نومسلموں کی تربیت میں بھی کوتاہی نہ کرتے تھے ۔ بلکہ اس کو اپنی دعوت کے فریضہ کا اہم جزو سمجھتے تھے ۔ یہاں تک کہ جامی کی نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی جیسے ولی اللہ نے علم فنا اور توحید ابوعلی سندھی سے حاصل کیا ۔

سری لنکا و مالدیپ میں دعوت حق :-

سری لنکا کو ابتدا میں برعظیم کا ہی حصہ سمجھا جاتا تھا بلکہ جزائر مالدیپ اور برما تک سب ایک ہی علاقہ تھا ۔ لنکا کے ایک بادشاہ نے مسلمان تاجروں کی دعوت پر اپنا ایک نمائندہ مدینہ منورہ بھیجا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا ۔ یہ نمائندہ اپنے نوکر کے ساتھ اسلام اور آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے حالات سے متعلق معلومات لے کر واپس لوٹا ۔ راستے میں فوت

ہوگیا۔ نوکر نے تمام معلومات وطن پہنچائیں۔ عجائب الہند کا مصنف بتاتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ لنکا میں لوگ مسلمانوں کے ساتھ محبت کا میلان رکھتے ہیں۔

مالدیپ کے بارے میں ابن بطوطہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ وہاں ہر مہینہ ایک بلا سمندر سے ظاہر ہوتی اور یہاں کے لوگ اس سے بچنے کے لئے ایک لڑکی کو بناؤ سنگھار کر کے اس کے حوالے کر دیتے۔ اس مصیبت سے اہل جزائر کو اس طرح نجات ملی کہ مراکو کے ایک بزرگ شیخ ابو برکات بربری مغربی یہاں آئے۔ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بلا کا خاتمہ کر دیا اور اس کا ظاہر ہونا بند کر دیا۔ اس پر وہاں کا راجا مع اپنی رعایا کے مسلمان ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ داعیان الی اللہ واقعی اہل اللہ تھے۔ یعنی وہ جس جذبہ کے داعی تھے اس سے زیادہ ان میں تقویٰ طہارت اور زہد و تعبد پایا جاتا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں بھی سنتا اور ان کے ذریعہ اپنے دین کے نشانات و کرامات سے تائید فرماتا تھا۔ تحفۃ المجاہدین (مصنفہ شیخ زین الدین) کے مطابق تاجروں کے ذریعہ ان علاقوں میں تبلیغ اسلام کو فروغ دینے کی تجویز بھی ایک مالاباری بادشاہ کی تھی جو اسلام لانے کے بعد خود عرب گیا۔ وہیں وفات پائی اور پھر اپنے جانشین اور اہل وطن کو وصیت میں لکھا کہ ان تاجروں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ پس شروع میں تو تاجر ہی آئے جو عابد و زاہد بھی تھے۔ اور جب ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تائیدی نشان دکھائے تو اہل اللہ صوفیا جن کے لئے قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی اصطلاح بیان ہوئی بھی اس طرف مائل ہو گئے۔

شمال مغربی علاقوں سے اہل اللہ کی ہجرت :-

محمود غزنوی (۹۹۸ تا ۱۰۳۰ھ) کے حملوں کی وجوہات چاہے کچھ رہی ہوں ان کے ساتھ غزنی افغانستان اور ترک علاقوں سے نقل مکانی شروع ہوگئی۔ ان میں بہت سے اولیاء اللہ بھی یہاں تشریف لائے اور دعوت الی اللہ کے نیک فریضہ میں ایک نیا جوش و ولولہ پیدا ہوگیا۔ خود محمود غزنوی کے بھانجے حضرت مسعود غازی بھی ایک ولی اللہ تھے۔ صوبجات متحدہ میں بھیرائچ کے مقام پر شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کو تذکروں میں سید الشہدا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی خدا رسیدہ بزرگ تھے اور ان کی قبر داتا گنج بخش سے قبل ہی اپنے علاقہ میں زیارت گاہ بن چکی تھی۔ کیونکہ ان کی وفات ۱۰۳۳ء میں ہوئی جبکہ داتا صاحب ۱۰۷۲ء میں فوت ہوئے۔ (بمطابق ابن بطوطہ پرنی عفیف بحوالہ شیخ اکرام۔ آب کوثر طبع ۲ (۱۹۸۷ء ص ۷۴ تا ۷۶)

اسی غزنوی دور میں ایک بزرگ شیخ صفی الدین گارزونی تھے۔ یہ ۹۶۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۴ء میں وفات پائی۔ اچہ میں مدفون ہیں۔ یہ اپنے ماموں کے ارشاد پر ہندوستان آئے۔ حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات فوائد الفواد میں ہے کہ ایک دفعہ ایک جوگی ان کے پاس آیا اور کرامت دکھانے کا

طالب ہوا۔ انہوں نے کہا تم نے مقابلہ کی دعوت دی ہے پہلے کرامت تم دکھاؤ۔ چنانچہ جوگی نے کوئی شعبدہ دکھایا۔ حضرت صفی الدین گازرونی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ یہ تو تیرے دین سے بیگانہ ہے پھر اس کو یہ طاقت ہے۔ مجھ کو بھی اس کے مقابلہ کی طاقت عطا فرما۔ اور پھر آپ نے قبلہ رُخ ہو کر اُڑنا شروع کر دیا تو چاروں طرف چکر لگائے اور نیچے اُتر آئے۔ جوگی نے شکست تسلیم کی۔ اس طرح شیخ صفی الدین کے ذریعہ اچھ کے علاقہ میں اسلام پھیلا۔ ایسی کرامتیں بظاہر ان ہونی نظر آتی ہیں۔ نیز کسی کے ہوا میں اُڑنے یا نہ اُڑ سکنے کی اسلام یا انسانیت کو کیا نفع اور کیا نقصان۔ لیکن پھر بھی اس کی توجیح کی جا سکتی ہے کہ یہ شیخ صفی الدین کا کشف ہو۔ جس میں خود جوگی بھی شریک ہوا۔ اور پھر اس کو اپنے باطل پیر ہونے کا اقرار کرنا پڑا۔

غزنوی دور ۔ اور لاہور :

غزنوی دور میں لاہور کو بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ اس کو چھوٹا غزنی کہا جانے لگا۔ اہلِ غور نے جب غزنی فتح کیا تو لاہور غزنوی حکومت کا پایہ تخت بھی بن گیا تھا۔ غزنوی دور میں ایک بزرگ سید اسمٰعیل بخارا سے یہاں تشریف لائے اور ۱۰۰۵ میں دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا شروع کیا۔ ان کے یہاں آنے کا کیا سبب بنا۔ تذکرہ نگار اس بارے میں خاموش ہیں۔ البتہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص حسنِ بیان ودیعت ہوا تھا۔ جہاں وعظ فرماتے سننے والے گرویدہ ہو جاتے۔ تذکرۂ علمائے ہند میں لکھا ہے۔

> از عظمائے محدثین و مفسرین بود۔ اول کسے است کہ علم تفسیر و حدیث بہ لاہور آوردہ۔ ہزارہا مردم در مجلسِ وعظِ وے مشرف باسلام شدند۔ در سال چہار صد و چہل و ہشت ہجری در لاہور در گذشت۔

یعنی محدثین اور مفسرین میں بڑے نہایت اعلیٰ مرتبت لوگوں میں شامل تھے۔ وہ پہلے شخص تھے کہ ان کی وجہ سے علم تفسیر اور حدیث کی لاہور میں ابتداء ہوئی۔ ان کی مجلس وعظ میں شرکت کرنے سے ہزاروں لوگوں کو اسلام کو قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چار سو اڑتالیس ہجری میں لاہور ہی میں انتقال کیا۔

> چوں شیخ اسمٰعیل در لاہور تشریف آورد بروز جمعہ ثالث یک ہزار کس در زمرۂ اہلِ توحید داخل گشتند۔

یعنی جب شیخ اسمٰعیل لاہور تشریف لائے تو تیسرے جمعہ کے روز ایک ہزار افراد توحید پرستوں یعنی

مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔

یہاں بھی یہ بات قابلِ غور ہے کہ ان نو مسلموں کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود ان کی تعلیم و تربیت کا بھی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ ان میں سے صاحب عرفان بھی پیدا ہوئے۔ بعض علماء و صلحاء میں شمار ہوئے۔ چنانچہ کتاب الانساب میں علامہ سمعانی نے ایک صاحب ابوالحسن علی بن عمر بن حکم لاہوری کا ذکر کیا ہے۔ جو عربی زبان کے ادیب اور شاعر ہونے کے علاوہ محدث بھی تھے اور بغداد میں جا کر وہاں اپنا درس جاری فرمایا ان کے شاگرد عبدالصمد لاہوری ثمرقند میں مدرس حدیث ہوئے۔

شیخ اسمٰعیل کا مزار لاہور میں ہال روڈ پر کیتھڈرل سکول کے دروازے کے ساتھ ایک تھڑے پر ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

دوسرے بزرگ جنہوں نے لاہور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے برکت بخشی حضرت داتا گنج بخش رحؒ ہیں۔ نام ان کا شیخ علی ہجویری تھا۔ ۱۰۰۹ء میں افغانستان میں غزنی کے علاقہ ہجویر میں پیدا ہوئے۔ سلطان مسعود غزنوی (۱۰۳۰ تا ۱۰۴۰) کے آخیر عہد میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ لاہور میں وارد ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو لاہور جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ اس وقت اس بات کو نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ وہاں پہلے سے ایک اور پیر بھائی دعوت الی اللہ کے پاک فریضہ میں مشغول تھے۔ جب داتا صاحب لاہور پہنچے تو لوگ انہی کا جنازہ بغرض تدفین لئے جا رہے تھے۔ اب پیر کے ارشاد کی مصلحت سمجھ میں آئی۔ ان کے بارے میں کتابوں میں اختلاف ہے کہ کون بزرگ تھے۔ بعض کسی زنجانی صاحب کا بھی نام لیتے ہیں۔ بعض زنجانی صاحب کی آمد داتا صاحب کے بعد بتاتے ہیں۔

داتا صاحب کی تبلیغ سے لاہور کا حاکم جس کو مودود بن مسعود (۱۰۴۰ء) نے نائب مقرر کیا تھا اسلام سے مشرف ہوا اور آپ کے عطا کردہ عرف شیخ ہندی کے نام سے تاریخ میں معروف ہے۔ آپ نے جس جوش و خروش اور جذبۂ حق کے ساتھ تبلیغ دین متین کا حق ادا کیا اس کا اظہار آپ کے مندرجہ ذیل اشعار سے یوں ہوتا ہے۔

سوزِ تو دارم میانِ جان و دل ❊ می دہم از عشقِ تو ہر سو صدا
اے علی تو فرخی در شہر و کو ❊ دہ زِ عشقِ خویشتن ہر سو صلا

اے خدا میں اپنے دل و جان میں تیرا سوز رکھتا ہوں اور تیرے عشق میں ہر طرف صدا دے رہا ہوں۔ یعنی تجھ کو پکار رہا ہوں۔ اے علی تو خوش قسمت ہے کہ بستیوں اور ویرانوں میں اپنے عشق کے تقاضہ میں صلائے

عام کو یعنی محبوب کا پیغام پہنچایا۔

آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف میں کشف المحجوب کو اسلامی لٹریچر میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہ نہ صرف تصوّف کی ابتدائی کتابوں میں سے ہے۔ بلکہ اس مضمون پر نہایت مبسوط اور وقیع سمجھی جاتی ہے۔ مشہور برطانوی مستشرق پروفیسر نیکلسن نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ آپ کو تصوف پر قلم اٹھانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ عام طور پر تصوّف کو شریعت کے متوازی چیز سمجھ کر سست اور کاہل تن آسان لوگ ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔ آپ نے ان تصانیف کے ذریعہ شریعت کے عین مطابق انابت الی اللہ کے طریقوں پر مفصّل بحث کی ہے۔ یہ آپ ہی کے علم و فضل کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ علم حدیث عالمِ اسلام میں پوری طرح نہ پھیلا تھا اور لوگ اپنے اپنے مرشد کے پیچھے ہی چلنے میں ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ لاہور میں اہلِ علم حضرات کو حدیث کا شوق پیدا ہوا اور غزنوی دَور میں ہی امام حسن صغانی جیسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے حدیث کی کتاب مشارق الانوار کو مرتب کیا۔ جس کی تدریس پھر دو تین صدیوں تک برعظیم میں جاری رہی تا آنکہ شاہ جہاں (۱۶۲۷-۱۶۵۸) کے ابتدائی دَور میں شاہ عبدالحق محدّث دہلوی نے لمبا عرصہ حجاز مقدس میں قیام سے واپس آکر بخاری شریف کے درس کو برعظیم پاک و ہند میں رواج دیا۔

کچھ اور داعیان حق :-

غزنوی دَور میں ایک بزرگ سید احمد توختہ ترمذ سے لاہور آگئے۔ آپ کے بارے میں تذکروں میں ہے۔

ہزار ہا طالبانِ حق را بحق رسانید و خلق کثیر ازاں پیر روشن ضمیر بہرہ مند دنیا و آخرت شد۔ (آب کوثر۔ از شیخ محمد اکرام)

۶۰۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

ایک اور بزرگ سید یعقوب زنجانی ۵۳۵ھ میں ترکستان سے لاہور آئے اور ۶۰۴ھ میں وفات ہوئی لیکن ان کی وفات سے کافی پہلے ۵۷۴ھ میں ایک اور بزرگ عزیز الدین یہاں پہنچ چکے تھے۔ یہ وہ دَور تھا جب لاہور غزنوی حکومت کا پایۂ تخت تھا۔ خود غزنی پر غوریوں کا قبضہ تھا۔ شیخ عزیز الدین کے زمانہ میں لاہور کو محمد غوری کے حملہ کا خطرہ پیدا ہوا۔ غزنوی بادشاہ خسرو ملک (۱۰۴۹ء) نے شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے دعا کی اور اس کے بعد کہا فکر کی بات نہیں واقعی محمد غوری لاہور کو چھوڑ کر سیالکوٹ کی طرف نکل گیا۔ شیخ عزیز الدین نے ۳۶ سال دعوتِ حق دی اور بے شمار لوگوں

نے آپ کے دستِ حق پر اسلام قبول کیا۔ ۶۱۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

ایک صاحب سید مٹھا ابن غفار لاہوری تھے۔ ان کے والد خوارزم سے لاہور آئے۔ اللہ تعالیٰ نے سید مٹھا کی زبان میں اس قدر اثر رکھا تھا کہ جو ان کی تبلیغ سنتا اس کو قبول کئے بغیر نہ رہتا۔ اس لئے یہ سید مٹھا مشہور ہو گئے۔ یعنی میٹھی زبان و بیان والے بزرگ۔

(آبِ کوثر صفحہ ۸۵، ۸۶ طبع ۲ ۱۹۸۷ء)

حضرت سلطان سخی سرورؒ :۔

حضرت داتا صاحب کے بعد حضرت سلطان سخی سرور کا نام آتا ہے۔ جن کا اصل نام سید احمد تھا۔ آپ ضلع ملتان کے کسی گاؤں کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن علم و عرفان کا شوق ان کو بیرونِ ملک لے گیا۔ بغداد میں حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہما اللہ سے فیض پایا۔ واپس آکر وزیر آباد کے پاس سوہدرہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ یہاں لوگ بڑی کثرت سے آپ کے پاس دعا اور برکت کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ اور بامراد واپس جاتے۔ اسی لئے آپ سلطان سخی سرور کے نام سے مشہور ہوئے۔ پھر واپس وطن ملتان کی طرف آئے۔ حاکم ملتان نے اپنی بیٹی کی شادی آپ کے ساتھ کر دی۔ لیکن یہ شادی سیاسی رقابتوں کی نظر ہو گئی۔ وطن جانے سے قبل آپ مشرق میں لدھیانہ تک گئے اور غیر مسلموں کو دعوت الی اللہ دی۔

(سرکاری گزیٹر جالندھر صفحہ ۱۲)

ہندوؤں میں جو آپ سے عقیدت رکھتا۔ اس کو سلطانی کہا جاتا۔ یہ لوگ گوشت خور تھے۔ جس کو ابتداء میں مسلمانوں کی طرح ذبح کر کے کھاتے تھے۔ ۱۹۴۷ء تک دہلی اور مشرقی پنجاب میں ایسے ہندو موجود تھے جو گوشت کھاتے تھے۔ ان کو کالستھ کہا جاتا تھا۔ چونکہ سلطان سخی سرور زیادہ عرصہ ان کے ساتھ نہ رہ سکے اس لئے ان کی تربیت نہ ہو سکی۔ شاید اسلام سے اتنی یگانگت ان لوگوں کی اولاد میں سکھ مذہب کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ کیونکہ جالندھر اور لدھیانہ کے سلطانی ہندو رفتہ رفتہ سکھ مذہب قبول کرتے رہے۔ (باقی آئندہ)

تصحیح

ماہنامہ انصار اللہ کے شمارہ دسمبر ۱۹۹۵ء کے صفحہ ۲۹ پر مندرجہ ایک واقعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی طرف منسوب درج ہوا ہے۔ جبکہ یہ واقعہ حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب کا ہے۔ احباب درست فرما لیں۔

عبادات

روزہ اور اس کے اہم مسائل

روزہ اصلاح نفس کا اہم ذریعہ ہے۔ انسان اس عبادت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی لذات نفس کو ترک کر دیتا ہے۔ رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ روحانی بہار کے دن شروع ہو جاتے ہیں اور انسان روزہ کی عبادت سے اپنی اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور اپنے رب کی رضا کے لئے ہر حلال اور جائز چیز کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا بھوکا پیاسا رہنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنے حق کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار ہے اور جب وہ محض للہ جائز باتوں کو چھوڑ کر نفسانی قربانی دیتا ہے تو ناجائز اور حرام باتوں کو تو بدرجہ اولیٰ ترک کر دیتا ہے جو اصلاح نفس کا نہایت اہم حصہ ہے۔ اس طرح ماہ رمضان میں نفس امارہ کے خلاف انفرادی اور اجتماعی جدوجہد سے ایک حسین معاشرہ جنم لیتا ہے۔ یہاں اصلاح نفس کے اس نہایت اہم ذریعہ سے متعلق چند اہم مسائل دیئے جا رہے ہیں تاکہ یہ عبادت صحیح طور پر ادا کی جاسکے۔

روزہ کی اہمیت و فرضیت :-

اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں پر روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے۔ قرآن و حدیث نے اسے "صیام" کا نام دیا ہے جو صوم کی جمع ہے۔ اس کے لفظی معنے رک جانے کے ہیں اور اصطلاحاً کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے رکنا ہے اور اس کی حکمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے انسان اپنے نفس کی قربانی دے اور اس کی محبت کے لئے جائز امور کو بھی ترک کر دے۔ احادیث میں روزہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا بڑا اجر اللہ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی خاص جزا دیتا ہے۔ پھر اسے ڈھال قرار دیا گیا ہے گویا کہ منفی تحریکات اور شیطانی حرکات سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔ اسی طرح روزہ کے مہینہ کو موجب رحمت مغفرت اور مکمل نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ جس میں جنت قریب کر دی جاتی ہے۔ یعنی کثرت سے نیکیوں اور اجر و ثواب کے مواقع

میسر آتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ یعنی بدیاں اور دوزخ میں لے جانے والے ذرائع اور محرکات میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔

روزہ کس پر فرض ہے :۔

روزہ ہر مومن بالغ عاقل اور تندرست مرد و عورت پر فرض ہے۔ مسافر اور بیمار کے لئے یہ ہدایت ہے کہ دوسرے ایام میں ان روزوں کو پورا کرے جو ماہ رمضان میں اس سے رہ گئے ہیں۔ مستقل مریض، معذور یا نہایت ناتواں کمزور اور ضعیف جو بعد میں روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اسی طرح مرضعہ اور حاملہ جو ان عوارض سے دوچار رہتے ہوں فدیہ ادا کریں۔

روزہ رکھنے کی عمر:۔

روزہ رکھنے کی فرضیت اگرچہ بلوغت ہے اور اس کا اندازہ عمر کے تعین سے ہی نہیں بلکہ عام صحت پر بھی موقوف ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفہ المسیح الثانی... فرماتے ہیں :۔

"میرے نزدیک روزوں کا حکم 15 سے 18 سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے اور یہی بلوغت کی حد ہے۔ 15 سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور 18 سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں...... بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور ان کی قوت کو بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہیئے۔ اس کے بعد جب ان کا وہ زمانہ آجائے جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں جو 15 سال کی عمر کا زمانہ ہے تو پھر ان سے روزے رکھوائے جائیں اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ۔ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال ان سے کچھ زیادہ اور تیسرے سال اس سے زیادہ رکھوائے جائیں۔ اس طرح بتدریج ان کو روزہ کا عادی بنایا جائے"۔ (فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 490 بحوالہ الفضل 11 اپریل 1926ء)

"بوڑھا جس کے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں اور روزہ اسے زندگی کے باقی اشغال سے محروم کر دیتا ہے اس کے لئے روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ پھر وہ بچہ جس کے قویٰ نشوونما پا رہے ہیں..... اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں مگر جس میں طاقت ہے اور جو رمضان کا مخاطب ہے وہ اگر روزہ نہیں رکھتا تو گناہ کا مرتکب

ہے۔ (فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 290 بحوالہ الفضل 2 فروری 1933ء)

روزہ نہ رکھنے والے:۔

رمضان کے روزے بلا عذر یا معمولی معمولی باتوں کو عذر بنا کر ترک کرنا درست نہیں۔ ایسے لوگ جو جان بوجھ کر روزہ نہیں رکھتے ان کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلا عذر رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کرتا ہے وہ شخص اگر بعد میں عمر بھر اس روزہ کے بدلے روزے رکھے تو بھی بدلہ نہیں چکا سکے گا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود..... فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بنا پر روزہ ترک کر دیتے ہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہو جائیں روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے کہ میں بیمار ہو جاؤں گا..... وہ بیماری کہ جس پر روزہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا اس کی وجہ سے روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(فقہ احمدیہ عبادات صفحہ 280 بحوالہ الفضل 11 اپریل 1925ء)

روزہ رکھنے کے لئے نیت ضروری ہے:۔

جو شخص روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنے کی نیت ضرور کرنی چاہئے۔ جو فجر (یعنی سحری) سے پہلے نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ اسے الفاظ کی احتیاج نہیں۔

سحری افطاری کے اوقات:۔

سحری کھانا باعث برکت و ثواب ہے۔ سحری کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق ہے۔ جس کا اندازہ سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے تک کا ہے۔ افطاری کا وقت غروب آفتاب کے ساتھ ہی ہے۔ غیر معمولی تاخیر ناپسندیدہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جلد افطاری کو خیر و برکت کا موجب قرار دیا ہے۔

روزہ افطار کرنے کی دعا:۔

روزہ دار افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّی لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (سنن ابو داؤد) اے اللہ میں نے تیری خاطر ہی روزہ رکھا ہے اور تیرے ہی رزق سے میں نے افطار کیا ہے۔ افطار کے بعد یہ دعا پڑھے۔ ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ (سنن ابو داؤد) پیاس دور ہوگئی اور رگیں تر و تازہ ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا اگر خدا نے چاہا۔

نواقض روزہ:۔

عمداً کھانے پینے اور میاں بیوی کے جنسی تعلقات قائم کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انیما کرانے' ٹیکہ لگوانے اور جان بوجھ کرقے کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا جائے تو اس کا کفارہ ساٹھ روزے متواتر رکھنا اور اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو یا ایک غریب کو ساٹھ یوم کھانا کھلانا ہے۔ اگر کوئی غلطی سے رمضان کا روزہ کھول دے تو اس روزے کی قضا دوبارہ رکھنا ہے۔

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا:۔

اگر کوئی بھول کر کھا پی لے۔ بلا اختیار و ارادہ حلق میں یا پیٹ میں گرد و غبار مکھی مچھر یا کلی کرتے ہوئے پانی کے چند قطرے یا کان میں پانی جانے سے یا دوائی ڈالنے بلا اختیار قے آنے' ناک یا دانت سے خون نکلنے' مسواک یا برش کرنے' خوشبو سونگھنے یا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

نوٹ:(تفصیلی مسائل کے لئے فقہ احمدیہ عبادات ملاحظہ فرمائیں۔

> "خدا زمین و آسمان کا نور ہے یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے یا عرضی اور خواہ ظاہری ہے یا باطنی اور خواہ ذہنی ہے اور خواہ خارجی۔ اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔" (براہین احمدیہ صا ۱۸۱ حاشیہ)

"مخلوط معاشرہ" اور اس کے اثرات

گھروں کی تعمیرِ نَو ـــ ایک اہم ضرورت

محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم - جرمنی

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آئندہ ہونے والے واقعات و حالات کے بارہ میں یہ خبر دی تھی کہ ایک زمانہ میں صلیبی مذہب کے پیروکار بڑے زوروں پر ہوں گے۔ اور اپنی تہذیب و تمدن سے معاشرتی زندگی پر گہرے نقوش ثبت کریں گے۔ آپؐ نے دجّال اور یاجوج و ماجوج کے خروج کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور دجّالی فتنہ کو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیا اور فرمایا کہ یاجوج و ماجوج اپنے پورے زور سے ظاہر ہوں گے اور دنیا پر چھا جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو بھی متنبہ کیا اور فرمایا

لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ۔

یعنی ظاہری اسباب ان سے مقابلہ کی تاب نہ رکھیں گے۔ اور صرف دعا سے ہی ان فتنوں کا تدارک ہو سکے گا۔

قرآن و حدیث میں بیان فرمودہ تفصیل سے یہ حقیقت کھُل کر سامنے آتی ہے کہ عیسائیت دجالیت اور یاجوج و ماجوج تین مختلف فتنے اور قوتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی فتنہ کو ان کی مختلف خصوصیات کی وجہ سے الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ یورپ و امریکہ کی بگڑی ہوئی عیسائیت اور لادینیت نے مخلوط تہذیب و معاشرہ کو جنم دیا۔ یہ معاشرہ مغربی تمدن کی ہی پیداوار ہے اور اس کے ظہور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ کی علامت قرار دیا ہے۔ جو درحقیقت قربِ قیامت کی ہی علامت ہے۔ ابن شیبہ کی روایت ہے کہ علامات قرب قیامت میں سے ایک ظہور فحش و تفحش بھی ہے۔ (حجج الکرامہ) اسی طرح حضرت انس ابن مالک سے مسلم میں روایت ہے کہ اشراط الساعۃ میں سے ایک علامت زنا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ابن مردویہ

نے روایت کی ہے کہ اس وقت ولد الزنا کثرت سے ہو جائیں گے۔ (حجج الکرامہ)

اس دور میں مغربی تہذیب نے ایسا رنگ اختیار کر لیا ہے کہ جن امور کو فحش قرار دیا جاتا ہے وہ اس سوسائٹی کے نزدیک تہذیب کا جزو بن گئے ہیں۔ مثلاً غیر عورتوں کے ساتھ بے تکلف اور آزادانہ ملنا۔ رقص و سرود کی محفلیں مختلف تقریبات اور پارٹیوں میں غیر مردوں اور عورتوں کا باہمی بے تکلف اختلاط اس جدید تہذیب کے اثرات ہیں۔ جس نے سماجی زندگی کو تلپٹ کر دیا ہے۔ پہلے بھی راگ رنگ کی محفلیں ہوا کرتی تھیں مگر اس میں مخصوص طبقہ ملوث تھا۔ جنہیں کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا تھا۔ مگر اب تو شرفاء کی نئی نسل نے "فن اور فنکار" کے ناطہ سے ایسے مشاغل کو "فن" کی خدمت اور اپنے لئے باعثِ فخر و شرافت قرار دیا اور یہ سمجھ لیا ہے کہ اس طرح ان کی قدر و منزلت بڑھے گی۔ اور پھر اس سے بڑھ کر یہ امر بھی تہذیب کا حصہ قرار دیا گیا کہ غیر مرد اور عورت کی بود و باش، تقریبات اور پارٹیوں میں بلا روک ٹوک ملنے اور تنہائی میں اکٹھے ہونے کو معیوب قرار نہ دیا جائے۔ چنانچہ تہذیب نو کے اس کردار کو انسانی حریت فکر کا ایک جزو قرار دیا گیا۔ اور اس کے بالمقابل قانونی یا مذہبی پابندی نکاح وغیرہ کو ذہنی غلامی کی علامت سمجھا گیا۔ مغربی ممالک کے اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ نکاح ایک دقیانوسی خیال ہے اور مرد و عورت جس سے چاہیں نہ صرف اپنی پسند کا اظہار کریں بلکہ "تعلقات" بھی قائم کر لیں۔ اس طرح یہ معاشرہ میاں بیوی کے طور پر ایک دوسرے کے لئے ازدواجی ذمہ داریاں اٹھانے کو تیار نہ رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی فرمودہ علامات کے مطابق عورتوں کا کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ ہونا ہے کہ وہ باوجود لباس کے ننگی ہوں گی۔ اگرچہ دنیا کے اکثر حصے اس تمدنی خرابی کی لپیٹ میں ہیں لیکن مغربی دنیا سب پر بازی لے گئی ہے۔ مختصر لباس، فیشن اور لباس کا طریق ایسا ہے کہ عموماً مستور حصے ننگے ہوتے ہیں۔ پھر تالابوں۔ جھیلوں اور سمندروں کے کناروں پر نہانا SUN BATH وغیرہ ایک فیشن بن گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں معاشرہ برائیوں کا شکار ہو چکا ہے اور ان برائیوں کے نتیجے کے طور پر دنیا بے امنی اور بے سکونی کا شکار ہو چکی ہے!

معاشرہ کی تعمیر نو کیسے ممکن ہے:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک خطاب میں ان معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اخلاقی

قدروں کے قیام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ نے فرمایا
"آج کے اس دور میں دنیا کو امن کی تلاش ہے اور امن کی تلاش میں دنیا سرگرداں ہر اس امکانی گوشہ پر نگاہ رکھ رہی ہے۔ جہاں سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں امن کے حصول کی کوئی توقع ہو سکتی ہے.... لیکن وہ امن کے قریب ہونے کی بجائے دن بدن امن سے دور ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ امن کی تلاش میں وہ گلیوں میں بھی نکلتے ہیں شہروں اور ملکوں میں بھی سرگرداں پھرتے ہیں۔ لیکن وہ امن جو گھر میں نصیب ہو سکتا ہے وہ دن بدن ان گھروں کو ویران چھوڑتا چلا جا رہا ہے۔ جیسے پرندہ گھونسلے کو چھوڑ کر اڑ جائے۔ اسی طرح امن گھروں کو چھوڑ کر رخصت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آج کے معاشرے میں دنیا خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو...... اس کی سب سے اہم ضرورت گھروں کی تعمیر نو ہے.....

مغرب جس نے مخلوط معاشرہ کو جنم دیا ہے) وہاں گھر اس لئے ٹوٹتے ہیں کہ مادی لذتوں کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ اور انفرادیت نمو پا رہی ہے...... دنیا کی لذتوں کی راہ میں یہ انفرادیت اس طرح رشتوں کی تعمیر میں حائل ہو جاتی ہے کہ اگر ایک شخص مغرب میں شادی کرتا ہے تو وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ بیوی کی ماں یا پھر بیوی یہ پسند نہیں کرتی کہ خاوند کی ماں ان کے گھر پر کسی قسم کا بھی بوجھ بنے۔ اس سے ان کی آزادی میں ان کی لذت یابی پر فرق پڑتا ہے۔..... کیونکہ ہر شخص کی اپنی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں...... مغربی معاشرہ جتنا امیر ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ ان کی طلب بڑھ رہی ہے اور هَلْ مِنْ مَّزِيْد کی آواز اٹھ رہی ہے۔ جو کچھ بھی لذت یابی کے سامان ان کو مہیا ہوتے چلے جا رہے ہیں ان کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ بنیادی حق بن جاتا ہے اور پھر اس سے آگے مزید کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں کے ٹیلی ویژن، یہاں کے ریڈیو، یہاں کے دوسرے ذرائع ابلاغ اس شکل میں (مخلوط معاشرہ کے ذریعہ) ایک فرضی جنت کو ان کے سامنے رکھتے ہیں جو دور سے جنت ہی دکھائی دیتی ہے اور ہر انسان اس کی طرف دوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن عملاً وہ جنت نہیں ہے۔ وہ سمندر کے پانی کی طرح ایک جنت ہے جو پیاس بجھانے کی بجائے اسے بھڑکاتی چلی جاتی ہے۔

حقیقی جنت تو گھر کی تعمیر ہے۔ حقیقی جنت رحمی رشتوں کو مضبوط کرنے میں ہے..... اگر کسی سوسائٹی میں گھروں میں محبت موجود ہو..... صرف میاں بیوی کے تعلقات...... ہی خوشگوار نہ ہوں بلکہ بہن بھائی کے تعلقات کو تقویت دی جائے۔ ماں بیٹے کے تعلقات کو تقویت دی جائے۔

باپ بیٹے کے تعلقات کو تقویت دی جائے اور رشتہ داروں کے دیگر تعلقات کو جو سب قرآن کریم کی آیت میں شامل ہیں تقویت دی جائے ...... اس پہلو سے اگر گھروں کی تعمیر کی جائے تو گھر کے اندر ہی انسان کو ایسی لذت نصیب ہوتی ہے کہ بہت سے ایسے بچے جو ایسے خوش نصیب گھروں میں پلتے ہیں ان کو قطعاً ایسا کوئی شوق نہیں ہوتا کہ سکول یا ڈیوٹی سے واپس آکر دوبارہ جلدی سے باہر نکلیں یا کلبوں کا رخ اختیار کریں یا دوسری سوسائٹیوں جو گندی سوسائٹیاں آجکل انسان کو وقتی طور پر لذت دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں ان میں جاکر اپنا وقت ضائع کریں۔ یہی وہ (مخلوط) معاشرہ ہے جو دراصل بعد میں شراب کی رغبت دلاتا اور جوئے کو تقویت دیتا ہے۔ ہر قسم کی برائیاں اس معاشرے میں پنپتی ہیں اور نتیجتاً گھر ٹوٹ جاتے ہیں .....''

گھروں کا بنانے والا صرف ایک ہے اور وہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ (جنہوں نے فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي ۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہے اور میں اپنے اہل کے ساتھ تم سب سے بہتر ہوں)

''....... آج کی دنیا میں امن کی ضمانت ناممکن ہے۔ جب تک گھروں کے سکون اور گھروں کے اطمینان اور گھروں کے اندرونی امن کی ضمانت نہ دی جائے۔''

(خطاب جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۰ء)

گھریلو زندگی کا امن وسکینت رحمتِ ایزدی ہے۔ جس کے حصول کے لئے اہل وعیال کے ساتھ مل بیٹھنا اور خوشگوار ماحول پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ مفکر اور دانشور سکون اور اطمینان کی آماجگاہ گھریلو اہلی زندگی کو قرار دیتا ہے۔ ہمارے ایک نامور شاعر جناب عبید اللہ صاحب علیم اپنی کتاب ''ویران سرائے کا دیا'' کے مندرجہ اشعار میں یہی دعوت فکر دیتے ہیں۔

باہر کا دھن آتا جاتا اصل خزانہ گھر میں ہے
ہر دھوپ میں جو مجھے سایا دے وہ سچا سایہ گھر میں ہے
مری عمر کے اک اک لمحے کو میں نے قید کیا ہے لفظوں میں
جو ہارا ہوں یا جیتا ہوں وہ سب سرمایہ گھر میں ہے
کیا سوانگ بھرے روٹی کیلئے عزت کیلئے شہرت کیلئے
سنو شام ہوئی اب گھر کو چلو کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے

اِک ہجر زدہ پاپل پیاری ترے جاگتے بچوں سے ہاری
اے شاعر کس دنیا میں ہے تُو تری تنہا دنیا گھر میں ہے
دنیا میں کھپائے سال کئی آخر میں کھلا احوال یہی
وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دُکھ کا مداوا گھر میں ہے

مخلوط معاشرہ کے نتائج :۔

مغربی تمدّن نے مخلوط معاشرہ کو جنم دیا۔ جس کے نتیجہ میں ہر قسم کی لذت یابی کے حصول کے لئے عریانی اور فحاشی نے اپنے جال چاروں طرف پھیلائے اور سوسائٹی ان جرائم کا شکار ہوئی جس کا تصور بھی ایک شریف انسان کو لرزا دیتا ہے۔ صرف ایک جرمنی کے ملک کو ہی دیکھیں۔ ان جرائم کی چند مثالیں خود حکومت جرمنی کے اپنے بیان کے مطابق

— جرمنی میں ہر سال ڈیڑھ لاکھ سے تین لاکھ بچے نفسیاتی۔ جسمانی یا جنسی زیادتیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

— اندازاً ہر چوتھی تا چھٹی بچی اور ہر ساتویں سے دسواں بچہ جنسی تشدّد کا شکار ہوتا ہے۔

— جنسی تشدّد کا شکار ہونے والوں میں ۸۹،۱ فیصد لڑکیاں اور باقی لڑکے ہوتے ہیں۔

— ان کی عمریں عام طور پر سات اور تیرہ کے درمیان ہوتی ہیں۔

— جبکہ ایسے بچوں کی تعداد جن پر تشدّد کا آغاز چھ تا دس سال کی عمر میں ہوتا ہے ۴۲ فیصد ہے۔

— ۲۷ فیصد سے زائد تعداد ان بچوں کی ہے جن کی عمریں جنسی تشدّد کا شکار ہونے کے وقت نوزائیدہ بچے سے پانچ سال ہوتی ہے۔

— مجرمین جو جنسی جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں ان میں ۲۵ فیصد تعداد باپوں۔ سوتیلے باپوں یا ماؤں کے دوستوں کی ہوتی ہے۔ ۱۱،۴ فیصد قریبی رشتہ دار چچا، تایا، ماموں، دادا، نانا اور بہنوئی ہوتے ہیں۔

— صرف چھ فیصد مجرمین ایسے ہوتے ہیں جو کہ شکار ہونے والے بچوں کے لئے اجنبی ہوتے ہیں ۲۳،۱ فیصد مجرمین پڑوسی، ڈاکٹر، پادری، سیاسی یا سرکاری کارندے ہوتے ہیں۔

THE GERMAN TRIBUNE کے مطابق جرمنی میں ہر تین شادیوں میں سے ایک طلاق پر ختم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ پراٹسٹنٹ منسٹرز (پادریوں) کی شادیاں دن بدن ناکامی میں بڑھ رہی ہیں۔ (AWAKE 22-3-93)

GERMAN CENTER AGAINST DANGER FROM ADDICTION BONN کے مطابق پانچ ملین سے زائد لوگ نشہ کے عادی ہیں ۔ اور ایک لاکھ بیس ہزار ہیروئن کے عادی ہیں ۔ ایک لاکھ جُوا کے عادی ہیں ۔

ان تمام سے بڑھ کر شراب کے عادی ہیں جیسا کہ SUDDEUTSCHE ZELTUNG نے رپورٹ دی ہے اور مزید لکھا ہے کہ جرمن شراب نوشی میں ورلڈ چیمپئن ہیں ۔ ۱۹۵۰ء کے مقابلہ میں اب شراب نوشی تین گُنا بڑھ گئی ہے ۔ اور ۲،۵ ملین افراد شراب نوشی میں حد سے زیادتی کے علاج کے طلبگار ہیں ۔ (AWAKE 22-8-94)

ALLGEMEINE ZELTUNG (آل گے مائینے سائی ٹنگ) اخبار کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۱ء میں ایک لاکھ تیس ہزار شادیاں طلاق پر ختم ہوئیں ۔ شادیوں کا ٹوٹنا اس حد تک عام ہو چکا ہے کہ کثرت سے طلاق کے ہمدردی کارڈ چھپ چکے ہیں جن پر مرقوم ہے :۔ "طلاق ہونے کی مبارکباد" ۔ "آپ کی زندگی کے بہترین ایام کے پہلے دن پر خوش آمدید" ۔ جرمنی کے دس فیصدی جوڑے جنہوں نے شادی کی اب طلاق کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور معاہدات کئے جا رہے ہیں کہ جوڑے میں سے طلاق کی صورت میں گھر کا فرنیچر کون قابو کرے گا ۔

اسی اخبار کے مطابق شادی میں انگوٹھیوں کے تبادلے کے چند سال بعد ہی اسی فیصدی عورتیں یہ شکایت کر رہی ہیں کہ ان کے خاوندان میں بہت کم دلچسپی لے رہے ہیں ..... پانچ ہزار جوڑوں کے حالات سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ وہ دن میں صرف ۹ منٹ آپس میں بات کرتے ہیں جبکہ شادی کو چھ سال ہی ہوئے ہیں ۔ (AWAKE 8-4-93)

پیرس کے روزنامہ LE MONDE کے مطابق فرانس میں شادی کا رواج کم ہو رہا ہے ۔ گذشتہ بیس سال میں یہ رجحان ہے کہ زیادہ سے زیادہ جوڑے بغیر شادی کے اکٹھے رہتے ہیں ۔ THE NATIONAL INSTITUTE OF DEMOGRAPHIC STUDIES IN FRANCE کے مطابق شادی کرنے والوں میں سے نصف تعداد ان کی ہے جو شادی سے پہلے کئی سال اکٹھے رہتے رہے ہیں ۔

بہت سے جوڑے یہ سمجھتے ہیں کہ شادی سے پہلے اکٹھے رہنے سے شادی کی کامیابی کے زیادہ مواقع ہیں ۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے ۔ روزنامہ LE MONDE کے مطابق شادی

سے پہلے اکٹھے رہنے والے جوڑوں میں اکثر ہیں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تعداد ان شادی شدہ جوڑوں سے زیادہ ہے جو شادی سے پہلے اکٹھے نہیں رہے۔ (AWAKE 8-5-91)

ہمارا امتیاز و تشخص ۔ اس کی حفاظت کیسے ممکن ہے :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو اصلاحی اصول و ضوابط بتائے ہیں ان میں ایک یہ فرمایا کہ

اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ۔ کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسروں کے حالات اور نتائج سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

اس ارشاد کی تعمیل میں مغربی معاشرہ کے مخلوط طرز معاشرت سے جو حقائق اور خطرناک نتائج ہمارے علم میں آئے ہیں ان کے پیش نظر کیا طرز عمل ہونا چاہیئے۔ مغربی اقوام کی سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی سے حدیث نبوی کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ اَخَذَھَا حَیْثُ وَجَدَھَا۔ یعنی حکمت اور علم کی بات مومن کی ایک گمشدہ متاع ہوتی ہے وہ جہاں سے بھی ملے اسے فوراً لے لیتا ہے، سے فائدہ اٹھانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی لادینیت، مغربیت اور مخلوط معاشرت کو بھی اندھا دھند اپنا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَھُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (سورۃ الفرقان آیت ۵۴)

یعنی وہی ہے جس نے دو سمندروں کو چلایا ہے۔ جن میں سے ایک تو بہت میٹھا ہے اور دوسرا نمکین اور کڑوا ہے۔ اور اس اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک روک بنادی ہے۔ اور ایسا سامان بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پرے رکھتے ہیں۔ اور ملنے نہیں دیتے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:-

"ھٰذا ملح اجاج اور اجاج سے یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے مقابلہ پر عذب فرات رکھا ہے۔ اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا میں بتا دیا ہے کہ گو تمہیں ان دونوں اقوام سے مل کر رہنا پڑے گا مگر ایسی حالت میں بھی تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ تم میٹھے پانی کا سمندر ہو اور وہ کڑوے پانی کا سمندر ہیں۔ تم مغربیت کی کبھی نقل نہ کرو اور باوجود ان میں ملے ہونے کے ایسے امور (جیسا کہ مخلوط معاشرہ ہے۔ ناقل) کے متعلق صاف طور پر کہہ دیا کرو کہ تم اور ہو اور ہم اور ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم کفار سے صاف طور

پر کہہ دو لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں تمہارے طریق کے مطابق عبادت نہیں کرتا۔ (لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ تمہارا دین تمہارے لئے ایک طریق کار مقرر کرتا ہے اور میرا دین میرے لئے دوسرا طریق کار مقرر کرتا ہے۔ ناقل)..........

"آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی وجہ سے کوئی چیز بھی (دین حق) کی باقی نہیں رہی۔ نہ اس کے تمدنی احکام قائم ہیں۔ اور نہ سیاسی احکام قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں۔ ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہو۔ جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہو گا....... اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو شخص بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں.......

(دین حق) اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا اسلامی ثقافت زندہ رہے گی یا مغربیت زندہ رہے گی۔ دونوں کی بنیادیں متضاد اصول پر ہیں اور ان کا ایک ہی جگہ جمع ہونا ناممکن ہے۔ مغربیت کی بنیاد ساری کی ساری دنیاوی لذات اور عیش پرستی پر ہے اور (دین حق) کی بنیاد کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی۔ روحانیت اور اخلاق کی درستی پر ہے۔ اس لئے ان دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔

مگر یہ یاد رکھو کہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے۔ انگریز (یا مغربی ممالک کے دوسرے باشندے۔ ناقل) انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہم اور اس لحاظ سے انگریز (یا مغربی ممالک کے دوسرے باشندے۔ ناقل) ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا.......

جو احمدی میٹھے پانی کا طلبگار ہے وہ ضرور ان سے الگ رہے گا۔ اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کڑوا اور میٹھا پانی ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں......

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود (بانی سلسلہ احمدیہ) سے سوال کیا کہ شادی اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹی لسی کے تین چار قطرے

بھی ڈال دیئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوتِ عملیہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور ان کے بداثرات سے اُسے بچایا جائے......

بہر حال ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربیت اور (دین حق) کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دیں جس کے بعد مغربیت کے لئے اندر داخل ہونے کا راستہ کھُلا نہ رہے اور (دین حق کی) فوج ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جائے جس پر شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہ ہو سکے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم سورۃ الفرقان صفحہ ۵۲۰-۵۲۴)

اللہ تعالیٰ ہم کو احکامِ الٰہی پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کی توفیق دے اور مغرب کی اندھی تقلید سے بچائے۔ آمین

وقف جدید کا سالِ نَو

مبارک صد مبارک

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۵۔ جنوری ۱۹۹۶ کو ایم ٹی اے پر اپنے نہایت ہی ایمان افروز عالمی خطاب کے ذریعہ وقف جدید کے نئے سال (۴۱ ویں نئے سال) کا افتتاح فرمادیا ہے۔ الحمد اللہ

اللہ تعالیٰ وقف جدید کا نیا سال ہر لحاظ سے پاکستان اور دنیا کے ۱۵۰ ممالک کی جماعت ہائے احمدیہ کے لئے بہت ہی بابرکت فرمائے اور خدا کرے کہ نئے سال کے دوران پہلے سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل ہوں آمین۔

اس موقع پر جماعت ہائے پاکستان اور مجالس انصار اللہ پاکستان کی خدمت میں گذارش ہے کہ نئے سال کے لئے اپنی مالی قربانیوں کے معیار کو بلند تر کرتے ہوئے جلد از جلد وقف جدید کے وعدے پیش کریں اور عہدیداران جنوری ۹۶ کے آخر تک اپنے مجموعی وعدہ جات کی تفصیل سے مرکز کو آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سب انصار بھائیوں کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(قائد وقف جدید۔ مجلس انصار اللہ پاکستان)

تعزیت و دعا

○ ممبران جماعت احمدیہ دوالمیال محترم ملک ممتاز احمد صاحب امیر ضلع چکوال کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ آنمکرم نے تقریباً ۶۸ سال عمر پائی۔ آپ نے تقریباً ۲½ سال ۵ مارچ ۱۹۹۳ء تا دمِ واپسیں (۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء) بطور امیر ضلع چکوال اور اس سے قبل بطور ناظم انصار اللہ ضلع چکوال اور امیر جماعت دوالمیال خدمات سرانجام دیں۔ آپ بڑی صفات کے مالک تھے۔ ہمدردی خلق میں پیش پیش تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور ادب و احترام ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ جماعت سے حد درجہ کی محبت تھی۔ ہمیشہ ضرورت مندوں کا خیال رکھتے اور کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے۔ اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کی خوبیاں آپ کی آئندہ نسلوں میں بھی قائم رکھے۔ آمین

○ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ اسلام آباد اطلاع دیتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اسلام آباد کے جملہ ممبران مکرم سید ناصر ارتضیٰ علی صاحب کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ آپ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۹۵ء کو مختصر علالت کے بعد اسلام آباد میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۱ برس تھی۔ آپ موصی تھے۔ انتہائی نیک، دعاگو، مخلص اور خاموش کارکن تھے۔ اور ایک لمبے عرصہ سے اسلام آباد میں سیکرٹری امورِ خارجہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس سے پہلے کراچی میں بھی کافی لمبا عرصہ جماعتی خدمات میں گزارا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قربِ خاص سے نوازے۔ اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلائے۔

آپ کے خطوط

○ محترم عبدالحی صاحب بشارت ایم اے۔ آٹوہ کینیڈا سے لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ رسالہ بڑے ہی عمدہ اور علمی مضامین سے مزین ہوتا ہے۔۔۔۔ تعلیمی اور تربیتی امور میں بہت ہی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔۔۔۔ سرورق رنگین اور بہترین کاغذ کا بنا ہے۔۔۔۔ اس میں دنیا کے کونے کونے کی انصار سے متعلق خبریں بھی ہونی چاہئیں۔

(ادارہ) آپ کی پسند اور تجاویز پر ادارہ آپ کا ممنون ہے۔ تجاویز پر حسبِ حالات عمل ہوگا۔ انشاء اللہ

○ محترم ایم۔ ایس خالد صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ لکھتے ہیں:۔

جب بھی رسالہ ملتا ہے۔ روحانی مائدہ سے تسکینِ روح کا وافر اہتمام کر جاتا ہے۔ اکتوبر کا یہ زیرِ نظر شمارہ "محبتِ الٰہی" نمبر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُسوۂ حسنہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے انتہا درجہ کی محبت پر مضمون ایک گہری روحانیت دل و دماغ میں پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے محبت و عشق کی پیارے آقا دو عالم کے اسوۂ حسنہ کے حوالہ سے۔ یہ مضمون کس نے لکھا؟ اس کیلئے کچھ ادھر اُدھر دیکھ کر یعنی تلاشِ بسیار کے بعد ہی معلوم ہوا کہ یہ "ایڈیٹر" کا لکھا ہوا ہے۔ از راہِ کرم تمام مضمون لکھنے والے حضرات کے پورے نام سے آگاہی کیلئے نہ صرف پورا نام لکھیں بلکہ اگر ضرورت ہو تو تعارف بھی کرا دیا جائے۔

"خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں"

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"ہمارے مخالفوں کی حالت ایسی ہے جس سے سلبِ ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ نیک کو بُرا اور مامور من اللہ کو کذّاب سمجھتے ہیں۔ جس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے اور اب یہ صاف امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور اور مسیح موعود کے نام سے دنیا میں بھیجا ہے۔ جو لوگ میری مخالفت کرنے والے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ جب تک میں نے دعویٰ نہ کیا تھا بہت سے ان میں سے مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوٹے کر وضو کرنے کو ثواب اور فخر جانتے تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو میری بیعت میں آنے کیلئے زور دیتے تھے لیکن جب خدا تعالیٰ کے نام اور اعلام سے یہ سلسلہ شروع ہوا تو وہی مخالفت کیلئے اٹھے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی ذاتی عداوت میرے ساتھ نہ تھی بلکہ عداوت ان کو خدا تعالیٰ سے ہی تھی اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کو سچا تعلق تھا تو ان کی دین داری اور اتقاء اور خدا ترسی کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ سب سے اول وہ میرے اس اعلان پر لبیک کہتے اور سجداتِ شکر کرتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ کرتے مگر نہیں وہ اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ مجھے کافر کہا اور بے دین کہا دجّال کہا۔ افسوس ان احمقوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے "قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" اور "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ" کی آوازیں سنتا ہو وہ ان کی بدگوئی اور گالیوں کی کیا پرواہ کر سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کفر اور ایمان کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اور خدا تعالیٰ میرے مومن اور مامور ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر ان بے ہودگیوں کی مجھے پرواہ کیا ہو سکتی ہے۔

غرض ان باتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ لوگ میرے مخالف نہ تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی باتوں کی انہوں نے مخالفت کی۔ اور یہی وجہ ہے جس سے مامور من اللہ کے مخالفوں کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ میرے مخالف خدا تعالیٰ سے مخالفت کر رہے ہیں۔ میں اگر روشنی کی طرف آرہا ہوں اور یہ یقینی امر ہے کہ میں روشنی کی طرف آتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کے بے شمار نشان میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور بارش کی طرح یہ نشان آسمان سے اُتر رہے ہیں تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ میرے مخالف تاریکی کی طرف جارہے ہیں۔ روشنی اور نور روح القدس کو لاتا ہے اور تاریکی شیطان کی قربت پیدا کرتی ہے۔ اور اس طرح پر ولی کی مخالفت سلبِ ایمان کر دیتی ہے۔ اور بِئْسَ الْقَرِیْنُ سے جا ملاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۲۲-۱۲۳)